ایمان کا صحیح تصور کیا ہے؟

بہت سے لوگوں کا جو تصور ہے ایماں اس سے بلند تر چیز ہے۔
یہ کسی شخص کے بارے میں ایک رائے قائم کرنے، کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی حکم لگانے، کسی فلسفہ کو ماننے یا کسی طرح کے نفسیاتی رنگ میں رنگنے کا نام نہیں۔
یہ ایک سنجیدہ معاملہ کا نام ہے خدائے زندہ و کارساز کے ساتھ یہ ایک ایسے تعلق کا نام ہے جو انسان کے ظاہر سے لے کر اس کے دل کی گہرائیوں تک کو مربوط کرتا ہے اس ذات کے ساتھ جو اسے عدم سے وجود میں لائی اور اس کی پرورش و پرداشت کا انتظام کر کے اسے برباد ہونے سے بچالیا۔
جس طرح ایک بیکار شخص جب نئے کام میں لگتا ہے تو اس میں اس کے اوقات ہی نہیں صرف ہوتے بلکہ اس کے ذریعہ وہ اپنے حال و مستقبل کا تحفظ بھی کرتا ہے۔ اسی طرح جب انسان ایمان کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے تو دن رات اپنی نئی ذمہ داریوں میں مشغول رہتا ہے اور ان سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کے وسائل اختیار کرتا ہے قرآن کریم واضح طور پر بتاتا ہے کہ الٰہی دعوت سے پہلے لوگوں کی مثال مردوں جیسی ہوتی ہے اور رسولوں کی اطاعت و پیروی ان کے دلوں، ان کے افکار و نظریات، ان کے اخلاق و کردار اور ان کے طریقہ کار کے تعلق سے ایک نئی صبح بن کر طلوع ہوتی ہے:

يا ايها الذين آمنوا استجيبو الله و للرسولِ اذا دعا كم لما يحييكم. (الانفال: ۲۴)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔
حقیقی زندگی گوشت اور خون کی ظاہری شکل کا نام نہیں، نہ وہ اعضائے بدن کی حرکت و طاقت کا نام ہے۔ اس طرح کی زندگی میں تو انسان کے ساتھ جانور بھی شریک ہوتے ہیں اور شاید انسان سے زیادہ ہی حصہ لیتے ہیں۔
حقیقی زندگی تو نام اس تعلق کا ہے جو اللہ کی معرفت کے بعد اس کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔
یہ زبانی اقرار کے بعد اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔

ربنا اننا سمعنا منا ديا ينادى للايمان ان آمنوا بربكم فامنا. (آل عمران: ۱۹۳)

مالک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی۔
جی ہاں اس اقرار کے ساتھ ہی مومن ایک نئی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے جہاں وہ صرف اللہ تعالیٰ کے آگے سر جھکاتا ہے اور اس روئے زمین پر اپنے آقا کی مرضی کے مطابق نقل و حرکت کرتا ہے۔
اپنے تصرفات، محبت و نفرت، امن و جنگ، حلال و حرام، ثواب و عذاب، اپنے پرودگار سے قربت کی تلاش اور وہاں سے نامراد لوٹائے جانے کے خوف وغیرہ میں وہ محکوم و تابع دار ہوتا ہے۔
یہ ایمان ایک بالکل ہی نئی زندگی پیدا کرتا ہے۔
افریقہ کے صحراؤں میں پھرتے ہوئے حبشیوں کو جدید ترین ماحول کے ایٹمی سائنسداں کے مقابلہ میں بہت پس ماندہ سمجھا جائے گا۔ کائنات اور زندگی کے بارے میں ایک کا نظریہ دوسرے سے بالکل مختلف ہوگا اور دونوں کے درمیان زبردست فاصلہ ہوگا۔
لیکن ایسا ہی فاصلہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے شخص اور اس سے بے خبر شخص کے درمیان بھی ہوتا ہے۔ اپنے پرورگار سے غافل انسان۔ چاہے مادی طور پر کتنا ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو...... بربا ہونے والے جانور کی حیثیت رکھتا ہے ہوسکتا ہے وہ بعض معاملات میں ذہین ہو لیکن خدا کو نہ پہچاننا اسے پس ماندگی ہی نہیں انتہائی پستی میں پہنچا دیتا ہے۔
بلاشبہ وہ ایک مردہ ہے چاہے فضا کی وسعتوں ہی میں کیوں نہ چکر لگاتا پھرے۔

او من كان ميتاً فاحييناه و جعلنا له نوراً يمشي به في الناس كمنمثله في الظلمات ليس بخارج منها كذلک زين للكافرين مكانوا يعملون. (الانعام: ۳۲)

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کو روشنی عطا کی جس کے اجالے میں وہ لوگوں کے درمیان زندگی کی راہ طے کرتا ہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہو اور کسی طرح ان سے نہ نکلتا

اللہ تعالیٰ سے کٹے ہوئے لوگ صرف دنیاوی زندگی کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور موقع پاتے ہی کسی جرم کے ارتکاب سے باز نہیں آتے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق والے لوگ عدل وانصاف، تقویٰ وپاکیزگی وغیرہ کے کمال کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

روئے زمین پر برکت اور معاشرے میں اطمینان وسکون اسی ایمان کے سائے میں پھیل سکتا ہے۔

جی ہاں! ایمان زندگی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلوں میں ایمان کے اثر کی تشبیہ زمین میں پانی کے اثر سے دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مجھے جو علم وہدایت دے کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر زیادہ مقدار میں بارش ہو تو جو زمین ساز گار ہوگی وہ پانی کو جذب کر کے کافی سبزہ وغیرہ اگائے گی۔

صحیح ایمان اور جعلی ایمان کے درمیان فرق یہ ہے کہ صحیح ایمان سے آدمی گویا از سر نو پیدا ہوتا ہے اور ایک صحیح زندگی گزارتا ہے جبکہ جعلی ایمان سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔

صحیح ایمان انسانی وجود کو اس طرح ڈھلتا ہے کہ انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے تابع بن جاتا ہے اور اسی کے نام پر ہر قدم اٹھاتا ہے جبکہ جعلی ایمان انسان کو محض اپنی خواہش کا غلام بناتا ہے۔

اگر ہم سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ایمان کی صحت کی حفاظت سونے چاندی کے سکوں کی صحت کی حفاظت سے زیادہ اہم ہے۔

آج کے دور میں عوام کی طرف سے فرد کی پوجا اور فرد کی طرف سے عوام کی پوجا بھی عام ہو چکی ہے۔اگر انسان اپنے ہر عمل، ترکِ عمل اور خرچ وغیرہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھے تو ایسا نہیں ہو سکتا۔کیونکہ یہ ریاکاری ہے جس سے عمل ساقط ہو جاتا ہے اور دل برباد ہو جاتا ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں: ''اگر کسی بندے کو حضرت آدمؑ کی قناعت، حضرت عیسیٰؑ کا زہد، حضرت ایوبؑ کا صبر، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اطاعت، حضرت ادریسؑ کی استقامت، حضرت ابراہیمؑ کی محبت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق مل جائے اور اس کے دل میں غیر اللہ کی ذرا بھی گنجائش ہے تو اللہ اس سے بے نیاز ہو گا۔''

یہ حقیقت ہے کہ دل میں ریا کا پیدا ہونا ایمان کے لئے تباہ کن اور ثواب کے لئے مہلک ہے۔

بارش نازل ہوتی ہے تو زرخیز زمین کی صلاحیت نمو جاگ جاتی ہے اور وہی بارش پتھر پر پڑے تو اس کے بنجر پن اور سختی ہی کو نمایاں کرتی ہے۔

ایمان جو زندگی استوار کرتا ہے اس کی امتیازی خصوصیت پروردگار عالم کے ساتھ گہرا اخلاص اور مکمل یکسوئی ہے۔

ایمان انسانی رجحانات وجذبات کا رخ پھیر دینے کے فیصلہ کن عمل کا نام ہے۔

یہ توحید نہیں ہے کہ ہم پتھروں کے بتوں کو تو نہ مانیں اور مال و دولت کو، جاہ وعزت کو، عورت کو یا حکمران کو بت بنا لیں اور اپنے تمام یا کچھ احساسات و جذبات کا رخ ان نئے بتوں کی طرف پھیر دیں۔ظاہر و باطن کی بیشتر سرگرمیاں ان کے لئے ہوں اور تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کے نام پر۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ بزعم خود اللہ تعالیٰ سے امید قائم کرتے ہیں لیکن ان کے طرز عمل میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ناؤ خشکی پر نہیں چلا کرتی۔

بہت سی دینی تہذیبیں اس لئے زوال کا شکار ہوئیں کہ انکا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں رہ گیا تھا۔جب انسانی نفس کی باگ ڈور بیدار ایمان کی بجائے خواہشِ نفس کے ہاتھوں میں آجائے تو محض نام سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟

صحیح ایمان کا اثر انسان کے دل کے محرکات و مقاصد پر، معاشرے کے نظام معاملات پر اور زندگی کی عمرانی و اقتصادی سرگرمیوں پر بھی پڑنا چاہئے تاکہ سب کا رخ دین کی خدمت کی طرف ہو جائے۔

اسلام کے ارکان ان تمام حقائق سے تعلق رکھتے ہیں۔

مثلاً نماز اور روزہ ذاتی ایمان کے ارکان ہیں اور فرد ان کی ادائیگی کے لئے جوابدہ ہے۔

ان سے انسانی دل میں پاکیزگی، اخلاص اور بلندی پیدا ہوتی ہے۔

لیکن اسکے ساتھ ایمان کو معاشرہ پر بھی اثر انداز ہونا چاہئے۔

اس کے لئے مثلاً اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق فیصلہ کرنا ... معاشر...

حافظ بیہقیؒ نے حلال روزی کمانے کو بھی ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے:
"لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک چیز ہی قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اپنے رسولوں کو دیا تھا یعنی:

یا ایھا الرسولُ کلو امن الطیبات واعلموا صالحا انی بماتعملون علیم. (المومنون ۵۱)

اے پیغمبرو! کھاؤ پاک چیزیں اور صالح عمل کرو تم جو کچھ بھی کرتے ہو، میں اس کو خوب جانتا ہوں۔

یا ایھا الذین آمنوا اکلوا من طیبات ما رزقنا کم. (البقرہ: ۱۷۲)

اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہی میں سے کھاؤ۔

پھر آپؐ نے ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرتا ہے اور پریشانی و پراگندہ حالی کے عالم میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب! یارب کہتا ہے (یعنی دعا کرتا ہے) جبکہ اس کا کھانا، لباس اور مشروب حرام ہوتا ہے اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہوتی ہے تو کہاں سے اس کی دعا قبول ہو۔

یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ساری توانائیاں دنیا لوٹنے پر لگائے ہوئے ہیں لیکن ان کی برائیوں اور حرام خوری کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کوئی حصہ نہیں ملتا۔

روزی کمانے میں بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نتیجہ ذریعہ کو بھی درست کر دیتا ہے، اس لئے حلال، حرام کی پرواہ کئے بغیر ہر طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ حضرت بشرؒ بن حارث حضرت یوسفؒ بن اسباط سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص عبادت کرنے لگتا ہے تو ابلیس اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ دیکھو اس کی روزی کا ذریعہ کیا ہے؟ اگر وہ حرام ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ اسے چھوڑ دو، اس کے لئے وقت ضائع نہ کرو۔

یعنی اسے محنت کرنے دو وہ خود اپنی محنت رائیگاں کرنے کے لئے کافی ہے۔

پھر ایمان کے ساتھ حسن واخلاق و کردار بھی ضروری ہے کیونکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اخلاق میں سب سے بہترین ہیں۔" (صحیحین عن ابن عمرؓ)